

خطبات حرم

اس سال حج کے موقع پر نجد کو یہ شرف حاصل ہوا تھا کہ حج کے موضوع پر پاکستان و ہندوستان اور دوسرے ممالک سے آئے ہوئے اُن عجایب کو خطاب کروں جن کی زبان اُس وقت سے یہ تقریریں ۵-۶ اور ۷ ذی الحجہ کو نماز عصر کے بعد حرم پاک میں زمزم کے مقام پر سے کی گئی تھیں۔ (۱-م)

پہلا خطبہ

حدوثنا کے بعد براورین اسلام! یہ ہم سب کی انتہائی خوش بختی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ہم کو اپنے اس گھر کی زیارت کا شرف بخشا اور یہ موقع نصیب فرمایا کہ ہم یہاں حج کے لیے آئیں اور اُن آیات بتیائے کو دیکھیں جو اس سرزمین میں عموماً اور زمانہ کعبہ اور مسجد حرام میں خصوصاً نمایاں طور پر نظر آ رہی ہیں۔ حقیقت یہ ہے کہ یہاں اگر ایک آدمی اگر کھلی آنکھوں سے دیکھے اور سمجھنے کی کوشش کرے تو اس کو ہر طرف اللہ کی نشانیاں ہی نشانیاں نظر آئیں گی جنہیں دیکھ کر اس کا دل ایمان سے بھر جائے گا۔

حضرات! آج سے چار ہزار برس پہلے یہ جگہ بالکل ایک سفسان وادی تھی۔ دنیا سے الگ تھلگ، اس ریستان میں، ان پہاڑوں کے درمیان، اس وادی میں اللہ کا ایک بندہ آتا ہے اور ایک چار دیواری کھینچ کر اعلان کرتا ہے کہ یہ اللہ تعالیٰ کا گھر ہے، اور دنیا بھر کو لیکار دیتا ہے لے اشارہ ہے قرآن مجید کی اس آیت کی طرف جس میں اللہ تعالیٰ نے خاندان کعبہ کے متعلق فرمایا ہے کہ فِیْہِ اٰیٰتٌ بَیِّنٰتٌ ۝ اِس میں ردِ فقرہ نشانیاں ہیں۔ (آل عمران - ۹۷)

کہ آؤ اس کا حج کرو۔ اب دیکھیے آخر کیا بات ہے کہ چار ہزار برس سے دنیا بھر کے انسان اس پکار پر لبیک لبیک کہتے ہوئے اس گھر کی طرف کچھے چلے آ رہے ہیں اور آج تک تاریخ میں ایک سال بھی ایسا نہیں گزرا ہے کہ اس کا حج اور اس کے گرد طواف نہ ہوا ہو۔ کوئی دوسرا انسان ذرا سہت کر کے کوئی جگہ بنا کر تو دیکھے اور اس کو قبضہ عالم بنانے کے لیے اپنی سی پوری کوشش کر کے دیکھ لے۔ اسے خود معلوم ہو جائے گا کہ کتنے انسان اس کی طرف کچھ کر آتے ہیں۔ یہ صریح علامت ہے اس بات کی کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام حقیقت میں اللہ تعالیٰ کے نبی تھے، انہوں نے فی الواقع اللہ تعالیٰ ہی کی مرضی اور اس کے حکم سے یہ گھر بنایا تھا۔ ان کے بناتے ہوئے اس گھر کو واقعی اللہ تعالیٰ نے شرف قبولیت عطا فرمایا ہے اور یہ بھی اللہ ہی کا حکم تھا جس کے تحت انہوں نے دنیا کو حج کی دعوت عامی تھی۔ اسی وجہ سے اس گھر کو اور اس دعوت عام کو یہ کیشش نصیب ہوئی کہ صد ہا برس سے دنیا بھر کے انسان اس کی طرف کچھے چلے آ رہے ہیں۔ قرآن مجید اس امر کی شہادت دیتا ہے کہ وہ اللہ ہی تھا جس نے اس گھر کی تعمیر کے لیے اس جگہ کو منتخب فرمایا اور حضرت ابراہیم کو حکم دیا کہ اس کا حج کرنے کے لیے دنیا بھر کو پکار دیں :

وَإِذْ بَوَّأْنَا لِإِبْرَاهِيمَ مَكَانَ الْبَيْتِ
إِنَّا لَنَشْكُرُكَ بِشَيْءٍ وَطَهَّرْنَا بَيْنِي لِبَطْنِ الْعِزَّةِ
وَأَنقَضَيْنَا إِلَيْكَ الشُّعُوبَ وَإِذْنَا فِي
النَّاسِ بِالْحَجِّ يَا نُوحُ ارْجَا لَا عَلَى كُلِّ ضَامِرٍ
يَأْتِيَنَّ مِنْ قُلُوبٍ عَمِيْنٍ۔ (الحج: ۲۶-۲۷)

اور یاد کرو وہ وقت جب ہم نے ابراہیم کے لیے اس گھر کی جگہ تجویز کی تھی اس ہدایت کے ساتھ کہ میرے ساتھ کسی کو شریک نہ کر اور میرے گھر کو طواف کرنے والوں اور قیام و کورع و سجود کرنے والوں کے لیے پاک رکھ، اور لوگوں کو حج کے لیے پکار دے کہ وہ آئیں تیرے پاس ہر دور دراز مقام سے پیدل اور اڈوں پر سوار۔

حضرت! یہ اسی فرمانِ خداوندی کی برکت ہے کہ آج لاکھوں آدمی لبیک لبیک ابراہیم لبیک کی صدا میں بلند کرتے ہوئے فوج و فوج یہاں آ رہے ہیں اور پروانوں کی طرح اس سناٹے کعبہ کے گرد

گھوم رہے ہیں۔ یہ ان آیات بیّنات میں سے اولین اور نمایاں ترین نشانی ہے جو اس گھر میں آپ دیکھ رہے ہیں۔

اب خدا ایک اور نشانی ملاحظہ فرمائیے۔ اس گھر کی تعمیر جب ہوئی تھی اُسی وقت اللہ تعالیٰ نے اعلان فرمادیا تھا کہ ہم اسے لوگوں کا مرکز و مرجع ہی نہیں بلکہ امن کا گھر بھی بنا دیں گے۔ وَ اِذْ جَعَلْنَا الْبَيْتَ مَثَابَةً لِّلنَّاسِ وَاَمْنًا رَّالْبَقْرَهٗ: ۱۲۵۔ اس اعلان پر چار ہزار برس گزر چکے ہیں اور اس وقت سے آج تک یہ امن کا گھر بنا ہوا ہے۔ نہ صرف یہ خود امن کا گھر ہے بلکہ جس شہر میں یہ واقع ہے وہ بھی امن کا شہر ہے اور اس کے گرد و پیش کئی کئی میل تک کا پتھر رقبہ ایک ایسا حرم ہے جس کے اندر کسی نوعیت کی بد امنی نہیں ہو سکتی۔ آج روئے زمین پر اس حرم پاک کے سوا کوئی دوسرا گزبھر کا خطہ بھی ایسا نہیں پایا جاتا جسے اس معنی میں حرم ہونے کا شرف حاصل ہو، اور آج ہی نہیں کبھی دنیا میں کوئی دوسرا ایسا حرم نہیں پایا گیا ہے جس کا وہ احترام کیا گیا ہو جو اس حرم کا ہوا ہے۔ اس کی حرمت کا اندازہ آپ اس بات سے کیجیے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے وقت سے سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے وقت تک ڈھائی ہزار برس کا زمانہ عرب کی سر زمین میں ایسا گزر رہا ہے جس میں یہ ملک نظم و آئین سے محروم تھا۔ یہاں کوئی حکومت نہ تھی۔ کوئی قانون نہ تھا۔ ہر طرف بد امنی پھیلی ہوئی تھی۔ قتل و خون اور غارت گری کا زور تھا۔ کسی کے لیے جان، مال اور عزت و آبرو کی امان نہ تھی۔ لیکن اس پورے ملک میں صرف یہ حرم پاک ہی ایک ایسا خطہ تھا جہاں ۲۵ صدیوں کے دوران میں کامل امن قائم رہا۔ عرب کے وہ لوگ جو شوقیہ خونریزی اور لوٹ مار کرتے تھے، جن کے قبائل میں سو سو برس تک مسلسل لڑائیاں ٹھنی رہتی تھیں اور رشتہ در رشتہ انتقام کا چکر چلتا رہتا تھا، ان کا بھی یہ حال تھا کہ اس حرم کے حدود میں پہنچتے ہی ان کے ہاتھ رک جاتے تھے، حتیٰ کہ اگر کوئی شخص اپنے باپ کے قاتل کو بھی یہاں پالیتا تھا تو اس سے انتقام نہ لے سکتا تھا۔ یہ اس کے سوا اور کس چیز کا نتیجہ مانا جاسکتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے خود اس خطہ پاک کو حرم اور امن کا گھر بنا دیا تھا۔ یہ اللہ جل شانہ کے فرمان ہی کی برکت تھی کہ مَوْ دَخَلْنَاكَ اِمْنًا ؕ جَوَّاسٍ مِّنْ دَاخِلٍ مَّوَدَّ اَمْنًا ؕ وَهٖ اَمْنٌ مِّنْ اَمْنٍ ؕ (آل عمران: ۹۶)

اللہ کی قدرت کے سوا دنیا میں کوئی طاقت اُس انتہائی بد نظمی اور طوائف الملوک کے زمانے میں
ڈھائی ہزار برس تک یہاں امن قائم نہیں رکھ سکتی تھی۔ اسی نشانی کی طرف اللہ تعالیٰ لغات قریش
کو توجہ دلاتا ہے کہ :

أَوَلَمْ يَرَوْا أَنَّا جَعَلْنَا حَرَمًا آمِنًا
وَيَخَطَفُ النَّاسُ مِنْ خَوَلِيمِ دَحْكَوت ۷۷

کیا یہ لوگ دیکھتے نہیں ہیں کہ ہم نے ایک پر امن حرم
بنارکھا ہے۔ حالانکہ ان کے گرد و پیش لوگ اچکے

جا رہے ہیں؟

اس سے بھی زیادہ بڑے پیمانے پر ایک اور نشانی ہے جو اس سرزمین میں پائی جاتی ہے آپ
فراویسنگ نگاہ سے عرب کی تاریخ اور عرب کے ملک پر ایک نظر ڈالیں تو آپ کو معلوم ہوگا کہ عربی
قوم کا ایک قوم کی حیثیت سے باقی رہنا اور عربی زبان کا اس قوم کی زبان کی حیثیت سے زندہ
رہ جانا بھی اسی بیت اللہ کی برکت کا نتیجہ ہے۔ دنیا میں آج کوئی ملک ایسا نہیں پایا جاتا، نہ کبھی
پایا گیا ہے جس کا رقبہ تو اتنا وسیع ہو جتنا عرب کا ہے اور پھر اس پورے ملک میں ایک ہی زبان
بولی جاتی ہو اور دنیا میں کوئی ایسا ملک بھی نہ آج موجود ہے، نہ کبھی موجود رہا ہے جس میں چار
ہزار برس سے ایک ہی زبان بولی جا رہی ہو۔ اتنی لمبی مدت میں زبانیں بدل کر کچھ سے کچھ ہو جاتی
ہیں، اور نئے وسیع و عریض ملکوں میں ایک نہیں، بیسیوں، بلکہ سینکڑوں زبانیں بن جاتی ہیں خصوصیت
کے ساتھ جس ملک میں ہزاروں برس تک بد امنی اور بد نظمی رہی ہو، اور جو ملک صدیوں قبائلی
لڑائیوں کی آماجگاہ بنارہا ہو، اس کے اندر تو یہ وحدت باقی رہ جانا بالکل ہی ایک عجب ہے۔ لیکن
یہ معجزہ بھی اللہ تعالیٰ کی قدرت نے اس سرزمین میں کر کے دکھا دیا، اور اس کا ذریعہ یہی خانہ کعبہ اور
بہی حج تھا۔

یہ خانہ کعبہ اور یہ حج اس کا ذریعہ کیسے بنا؟ اس کی مختصر تشریح یہ ہے کہ جب اللہ تعالیٰ
نے اس گھر کو مرکز و مرجع و مشابہ للناس، بنایا اور حضرت ابراہیم کو حکم دیا کہ لوگوں کو اس کا حج کرنے
کی دعوت عام دے دیں، تو اس کے ساتھ یہ بھی فیصلہ فرما دیا کہ سال میں چار مہینے (ذی القعدہ،

ذی الحجہ اور محرم حج کے لیے اور رجب عمرے کے لیے، حرام قرار دے دیتے جاتیں۔ حکم دے دیا گیا کہ ان چار مہینوں میں لڑائی بند رہے، حج اور عمرے کے لیے آنے جانے والوں کو کوئی نہ چھیڑے، اور ان جانوروں پر بھی کوئی ہاتھ نہ ڈالے جو قربانی کے لیے بیت اللہ کی طرف لاتے جا رہے ہوں۔ یہ حکم صرف ایک بندہ خدا کی زبان سے ادا ہوا تھا۔ اس کے ہاتھ میں کوئی حکومت نہ تھی۔ اس کے پاس کوئی فوج، پولیس یا عدالت نہ تھی کہ اس کے زور سے وہ اس قانون کو جاری کرتا۔ مگر اس کی پشت پر اللہ رب العالمین کی طاقت تھی جس کے زور سے یہ حکم نافذ ہوا اور عرب کے باشندے نسلاً بعد نسل اس کی پیروی کرتے چلے گئے۔

اس حکم کی برکت یہ تھی کہ عرب کی سرزمین کو ہر سال چار مہینے امن و امان کے میسر آ جاتے تھے جن سے فائدہ اٹھا کر ملک کے ہر گوشے سے قافلے بیت اللہ کی طرف آتے تھے، قبائل کے لوگ ایک دوسرے سے ملتے تھے، آزادانہ تجارت ہوتی تھی، میلے لگتے تھے، شاعری اور خطابت کے مقابلے ہوتے تھے، اور عرب کے دوسرے حصوں میں بھی قافلوں کی آمد و رفت جاری رہتی تھی۔ اس طرح عربوں میں ایک قوم ہونے کا احساس زندہ رہا۔ ان کی زبان محفوظ رہی اور وہ تمام عربوں کی ایک ہی زبان بنی رہی۔ ان کی ثقافت اور ان کی روایات باقی رہیں۔ اور یہ قوم کٹ کٹ کر مر جانے سے بچ گئی۔ یہ سب کچھ اسی گھر کا صدقہ اور اسی حج کا اثر ہے۔ اسی کی بدولت ایک قوم مرنے سے بچی، ایک زبان ٹٹنے سے بچی اور ایک ملک کے اندر ایک ہی زبان اور ایک ہی تہذیب برقرار رہی۔ یہ گھر نہ ہوتا اور یہ حج نہ ہوتا تو ہزاروں برس کی بد امنی و بد نظمی اور طوائف الملوک سے عرب قوم اور عربی زبان اور عربی ثقافت کبھی کی مٹ چکی ہوتی۔

ایک اور نشانی ملاحظہ ہو۔ جس وقت حضرت ابراہیم علیہ السلام نے یہاں اپنی ایک بیوی اور ایک بچے کو لاکر چھوڑا تھا اُس وقت یہاں کوئی شہر تو درکنار براۓ نام کوئی چھوٹا سا گاؤں تک نہ تھا۔ اس حالت میں ان کی زبان پاک سے یہ دعا نکلتی ہے کہ:

رَبَّنَا إِنِّي أَسْكَنْتُ مِنْ ذُرِّيَّتِي بِوَادٍ

اے ہمارے پروردگار! میں نے اپنی نسل کا ایک حصہ

لاکھ ایک بے آب و گیاہ وادی میں بسا دیا ہے،
تیرے حرمت والے گھر کے پاس، اسے پروردگار
اس لیے کہ وہ نماز قائم کریں۔ پس لوگوں کے دل ان
کی طرف مائل کر دے اور ان کو پھلوں سے رزق
دے تاکہ یہ شکر گزار ہوں۔

غَيْرُذِي زُرْعٍ غِنْدَ بَيْتِكَ الْمُحَرَّمِ رَبَّنَا
لِيُقِيمُوا الصَّلَاةَ فَاجْعَلْ أَفْنَدَةً مِّنَ
النَّاسِ تَهْوِي إِلَيْهِمْ وَارْزُقْهُمْ مِنَ الثَّمَرَاتِ
لَعَلَّهُمْ يَشْكُرُونَ۔ (ابراہیم: ۳۷)

اب دیکھیے کہ اس دعا کا ایک ایک لفظ کس طرح پورا کیا گیا۔ اس بیت اللہ کے گرد یہ شہر
مکہ آباد ہوا۔ حج نے اس کو تمام عرب کا مرکز بنا دیا۔ تجارتی قافلے عرب کے ہر حصے سے یہاں آنے
لگے اور یہاں سے گزرنے لگے۔ اسلام سے صدیوں پہلے یہ شہر ایک تجارتی منڈی بن چکا تھا اور
دنیا بھر کا مال کچھ کچھ کر یہاں آتا تھا۔ آج بھی آپ دیکھیں گے کہ دنیا کی کوئی چیز ایسی نہیں ہے جو
مکہ کے بازاروں میں آپ کو نہ مل جاتی ہو۔ اسی چیز کو اللہ تعالیٰ قرآن مجید میں بیان فرماتا ہے کہ:
أَوَلَمْ تَكُنْ لَهُمْ حَرَمًا آمِنًا يُجْبَى
إِلَيْهِ ثَمَرَاتُ كُلِّ شَيْءٍ رِّزْقًا مِّنْ لَّدُنَّا۔
آتے ہیں۔ ہماری طرف سے رزق کے طور پر؟
(النقص: ۵۷)

حضرات: عرب اور عربی قوم اور عربی زبان پر یہ ساری عنایات جس مقصدِ عظیم کے لیے فرمائی
گئی تھیں وہ حضرت ابراہیم علیہ السلام اور ان کے صاحبزادے حضرت اسماعیل علیہ السلام کی ایک
دعا کو پورا کرنا تھا جسے قرآن مجید ان الفاظ میں نقل کرتا ہے:

وَإِذْ يَرْفَعُ إِبْرَاهِيمُ الْقَوَاعِدَ مِنَ
الْبَيْتِ وَإِسْمَاعِيلُ رَبَّنَا تَقَبَّلْ مِنَّا إِنَّكَ
أَنْتَ السَّمِيعُ الْعَلِيمُ رَبَّنَا وَاجْعَلْنَا مُسْلِمَيْنِ
لَكَ وَمِن ذُرِّيَّتِنَا أُمَّةً مُّسْلِمَةً لَّكَ وَارْزُقْنَا
مِّنَّا مَنَّكَ وَتُبْ عَلَيْنَا إِنَّكَ أَنْتَ

اور حبیب ابراہیم اور اسماعیل اس گھر کی بنیادیں
اٹھا رہے تھے۔ تو وہ یہ دعا کر رہے تھے کہ اے
ہمارے رب، ہماری اس سعی کو قبول فرما۔
یقیناً تو سب ہی کچھ جانتے اور جاننے والا ہے۔
اے ہمارے رب، اور ہم دونوں کو اپنا علم و نور عطا فرما۔

التَّوَّابُّ الرَّحِيمُ، رَبَّنَا وَابْعَثْ فِيهِمْ
رَسُولًا مِنْهُمْ يَتْلُو عَلَيْهِمْ آيَاتِكَ وَيُعَلِّمُهُمُ
الْكِتَابَ وَالْحِكْمَةَ وَيُزَكِّيهِمْ، إِنَّكَ أَنْتَ
الْعَزِيزُ الْحَكِيمُ (البقرہ: ۱۲۹-۱۲۸)

بنائے اور ہماری نسل سے ایک ایسی امت پیدا کر
جو تیری مسلم ہو، اور ہم کو ہماری عبادت کے طریقے
بیا اور ہمارے قصور معاف کر، بے شک تو ہی
توبہ قبول کرنے والا رحیم ہے۔ اے ہمارے رب
اور ان لوگوں کے لئے خدا ہی میں سے ایک رسول
مبعوث فرما جو ان کو تیری آیات سنائے اور ان کو
کتاب و حکمت کی تعلیم دے اور ان کا تزکیہ کرنے
یقیناً تو ہی زبردست حکیم ہے۔

یہ تھا وہ اصل مقصد جس کے لیے عرب قوم اور عربی زبان کو زندہ رکھنے کا وہ اہتمام فرمایا گیا تھا جس
کی تفصیل ابھی آپ نے سنی ہے۔ حضرت ابراہیم واسماعیل کی یہ دعا، اور اس کے نتیجے میں آخر کار اسی
شہر مکہ سے محمد عربی صلی اللہ علیہ وسلم کا مبعوث ہونا اور پھر وہیں سے ایک عظیم الشان امت مسلمہ کا
اٹھنا جو دنیا میں قیامت تک کے لیے توحید کی علمبردار بنی، یہ اللہ جل شانہ کی نشانیوں میں سے
سب سے بڑی نشانی ہے جس کا مشاہدہ آپ اس حرم پاک میں کر رہے ہیں۔

یہی شہر مکہ ہے جس سے محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے دعوت الی اللہ کا آغاز فرمایا تھا اور یہی منہا
کی پہاڑی ہے جس پر کھڑے ہو کر حضور نے جسے پہلے قریش کے خاندانوں کو نام بنام پکار کر اللہ وحدہ
لا شریک پر ایمان لانے کی تلقین فرمائی تھی۔ اس شہر کے سرداروں نے حضور کی اس دعوت کو دبا دینے
کے لیے اپنا سارا زور صرف کر دیا۔ یہ حرم کی زمین، یہ ابوقبیس کا پہاڑ، اور یہ مکہ کی گھاٹیاں، سب
اس ظلم و ستم کے گواہ ہیں جو ہر سال تک حضور اور آپ کے اصحاب پر لوڑا گیا تھا۔ مگر آخر کار ان سب
لوگوں نے نیچا دیکھا جنہوں نے دعوتِ محمدی علی صاحبہا الصلوٰۃ والسلام کو نیچا دکھانے کے لیے
اٹری چوٹی کا زور لگادیا تھا۔ دیکھ لیجیے، آج یہاں ابوہل اور ابولہب کا نام لینے والا کوئی نہیں ہے
اور اس حرم کے میناروں سے پانچوں وقت شہداء آن محمد رسول اللہ کی آواز بلند ہو رہی ہے۔

یہی خانہ کعبہ ہے جس کی دیوار کے نیچے ایک روز رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف فرما تھے اور حال یہ تھا کہ مکہ میں ہر طرف مسلمانوں پر بے تحاشا ظلم ہو رہا تھا۔ اس حالت میں حضرت خباب بن الارت نے حاضر ہو کر عرض کیا کہ یا رسول اللہ اب تو ظلم کی حد ہو گئی ہے، کیا آپ ہمارے لیے دعا نہ فرمائیں گے؟ اس پر حضورؐ نے فرمایا: ”یہ کام تو پورا ہو کر رہے گا، یہاں تک کہ ایک وقت آئے گا جب ایک مسافر صنعاء سے حضر موت تک بے خوف و خطر سفر کرے گا مگر تم لوگ بے صبری کر رہے ہو۔“ اللہ کے رسول کی یہ بات حرف بحرف پوری ہوئی اور چند سال کے اندر ہی وہ وقت آگیا جب اسلام کی حکومت نے پورے جزیرۃ العرب میں مکمل امن قائم کر دیا۔

یہی خانہ کعبہ ہے جس کے کلید بردار عثمان بن طلحہ سے ایک مرتبہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کبھی مانگی تاکہ بیت اللہ میں داخل ہو کر عبادت کریں۔ اس نے نہ صرف یہ کہ انکار کیا بلکہ حضورؐ کے ساتھ سخت بدکلامی کی۔ آپ خاموشی کے ساتھ اس کی ساری سخت سست باتیں مسمتے رہے اور پھر ثربی تنجیدگی کے ساتھ فرمایا: ”اے عثمان، تم دیکھ لو گے کہ ایک روز یہ کبھی میرے ہاتھ میں ہوگی اور مجھے اختیار ہوگا کہ جسے چاہوں دے دوں۔“ عثمان نے کہا: ”اگر ایسا ہوا تو وہ دن قریش کے لیے ہلاکت اور ذلت کا دن ہوگا۔“ حضورؐ نے فرمایا: ”نہیں، وہ قریش کے لیے عزت اور مسرت فرامی کا دن ہوگا۔“ یہ قول بھی پتھر کی لکیر ثابت ہوا۔ اس بات کو دس سال سے زیادہ مدت نہ گزری تھی کہ مکہ معظمہ فتح ہوا۔ اسی عثمان بن طلحہ کو حضورؐ نے حکم دیا کہ کلید خانہ کعبہ پیش کرے۔ اس نے بے چون و چرا حاضر کر دی۔ حضرت عباسؓ نے باصرار درخواست کی کہ اب کلید برداری کعبہ کی خدمت بنی ہاشم کے سپرد کر دی جائے۔ لیکن حضورؐ نے وہ کبھی اسی عثمان بن طلحہ کو عطا کی اور فرمایا: ”وہاذا لدنہ تا لدنہ لا یسرعھا منکم الا ظالم۔“ اسے لو اسے ہمیشہ کے لیے تم سے اس کو کوئی نہ پھینے گا مگر ظالم۔“ یہ ارشاد بھی پورا ہو کر رہا۔ آج تک اس گھر کا کلید بردار وہی خاندان چلا آ رہا ہے جسے فتح مکہ کے روز حضورؐ نے اس کی کبھی سپرد فرمائی تھی۔

یہی شہر مکہ ہے جس کے لوگوں سے حضورؐ نے اپنی دعوت کے ابتدائی زمانہ میں فرمایا تھا